© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

میڈیا کا مشرف بہ اسلام ہونا

سوال : آج کل میڈیا کے ذریعے قومیں بام عروج تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میڈیا معاشرے میں ڈش انٹینا' وی سی آر' ٹی وی' انٹرنیٹ' کیبل نیٹ ورک کی صورت میں موجود ہے' اس حوالے سے لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو میڈیا کے تمام ذرائع فوراً بند کر دیے جائیں گے جس طرح طالبان حکومت نے افغانستان میں بند کیے ہیں۔ مگر کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ میڈیا کو اسلامک میڈیا بنایا جا سکتا ہے۔
میری الجھن یہ ہے کہ آخر میڈیا کو ہم کس طرح اسلامک بنا سکتے ہیں؟ کیا ٹی وی پر مرد نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے تو کیا گھروں کے اندر عورتیں ٹی وی دیکھنے سے اجتناب کریں گی؟
براہ مہربانی میڈیا کو مکمل طور پر اسلامک میڈیا بنانے کے طریق کار پر کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب : ۲۱ ویں صدی کے بارے میں بار بار یہ بات کہی جا رہی ہے کہ یہ معلومات کے بسرعت اثرانداز ہونے والی صدی ہے۔ اسی لیے انفارمیشن ٹکنالوجی' انٹرنیٹ اور میڈیا کے انقلاب کو اس صدی کا امتیاز قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے سوال میں میڈیا کے ذریعے اقوام کے عروج تک پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کا تعلق ان کے اخلاق و کردار' قوانین فطرت کو سمجھنے اور پیروی کرنے' اور وقت اور قوت و محنت کے صحیح استعمال سے ہے۔ اس میں میڈیا کا کردار بلاشبہ اہمیت رکھتا ہے' لیکن تنہا میڈیا یا ذرائع ابلاغ کے ذریعے کوئی قوم ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ امریکہ یا یورپ میں بیٹھا ہوا ایک شخص اگر صبح و شام سیٹلائٹ کے ذریعے سائنسی ترقی کی کہانی سنتا رہے اور خود کوئی حرکت نہ کرے تو معاشی اور سیاسی طور پر وہ جہاں تھا وہیں رہے گا۔ ہاں' اگر وہ سائنسی ترقیات سے آگاہی کے بعد اپنے ذہن کو استعمال کرتے ہوئے خود کوئی نئی راہ دریافت کرے گا یا کوئی ایجاد کرے گا تو یہ ایجاد اس کی معاشی ترقی کا باعث بن سکتی ہے۔

دوسری بات جو آپ نے سوال میں اٹھائی ہے' اس کا تعلق خود اسلام کے تصور معلومات اور تفریح و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم سے ہے۔ قرآن کریم نے انسانوں کی اخلاقی جواب دہی کے حوالے سے جو اصول بیان فرمایا ہے اس کا تعلق محض نظری معلومات سے نہیں ہے بلکہ وہ سماعت، بصارت اور فکر کے عملی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷:۳۶) یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔

گویا ہم جو کچھ سنتے ہیں، جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو نتائج غوروفکر کر کے (فواد) اخذ کرتے ہیں ان سب پر اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہ آیت مبارکہ دعوت دیتی ہے کہ سماعت (audition)، بصارت (vision) اور فواد (cognition) کا صحیح اخلاقی استعمال کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کیا جائے۔ یہاں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ سماعت و بصارت کو چھٹی دے کر محض قیاس اور ظن و گمان کو رہنما بنا لیا جائے۔

بصارت کے صحیح استعمال کے لیے ان تمام علوم (sciences) میں کمال حاصل کرنا ہوگا جن کی بنیاد مشاہدے اور تجربے پر ہے۔ ساتھ ہی جو علم کتابی شکل میں پایا جاتا ہے اسے بھی حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح سماعت کی جواب دہی سے عہدہ برآ ہونے کے لیے صرف ان معلومات کو کانوں کے ذریعے سے دل و دماغ تک پہنچنے دینا ہوگا جو مفید اور اخلاقی ہوں۔ ان دونوں ذرائع علم کو وحی الٰہی (قرآن و سنت) کی روشنی میں دل و دماغ کی تجربہ گاہ (laboratory) میں جانچ پرکھ کر جدید تحقیقات اور تخلیق علم کے عمل کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہی ایک شخص سمع و بصر و فواد کی مسئولیت کی ذمہ داری پوری کر سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سوال کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں۔ میڈیا یا طباعتی اور کہربائی ذرائع ابلاغ پر اس وقت عملاً شیطان کا قبضہ ہے۔ اگر ہمیں عالمی حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہو تو سی این این اور بی بی سی کی آنکھوں اور کانوں سے حالات کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

تفریح کے لیے ہم سرحد پار کی اخلاق دشمن فلموں، گانوں اور عریاں ویڈیو پروگراموں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں اور خود ہمارا ٹی وی احساس کمتری کا شکار ہونے کے سبب سرحد پار کے پروگراموں کی نقل کو اپنی فن کاری سمجھتا ہے۔ اس صورت حال میں ایک حل تو یہ ہے کہ اگر آپ کے گھر میں ٹی وی یا وی سی آر ہے تو آپ دونوں کو زمین میں دفن کر دیں، اور خود کو یہ سمجھا لیں کہ آپ نے میڈیا کے شیطان کے خلاف جہاد کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے باوجود آپ کے پڑوس میں ڈش پر وہ سب کچھ آتا رہے گا جس سے بچنے کے لیے آپ نے اپنا ٹی وی اور وی سی آر زمین میں دفن کیا۔ اور خود آپ کے اپنے بچے اور پڑوس کے بچے شیطانی میڈیا سے متاثر ہوتے رہیں گے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ آپ فنی کمال کے ساتھ متبادل پروگرام بنائیں جن میں ڈرامے بھی ہوں، نغمے بھی ہوں، دستاویزی پروگرام بھی ہوں گویا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم و تفریح اور معلومات کو تعمیری اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ٹی وی اور ریڈیو پر نشر کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں یہ وہ طریقہ ہے جسے قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ "بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" (ھود ۱۱:۱۱۴)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطانی میڈیا کی جگہ اسلامی میڈیا میں کیا صرف تلاوت قرآن، درس حدیث اور تاریخ اسلامی کے اسباق، قوالیاں اور نسبے لمبے، خشک اور تیند آور تقریریں ہی ہوں گی یا اسلامی میڈیا کے علم بردار فنی طور پر ایسی تخلیقی اور تعمیری دستاویزی فلمیں، ڈرامے اور نغمے پیش کر سکیں گے جو ناظرین اور سامعین کے لیے دل چسپ اور معلوماتی بھی ہوں؟

عملی طور پر بعض مسلم تنظیموں نے اس میدان میں کام کر کے ہمارے لیے بہت سہولت پیدا کر دی ہے۔ ترکی میں رفاہ پارٹی کے زیراثر نوجوانوں نے کارٹون، تاریخی شخصیات اور اخلاقی موضوعات پر بچوں اور بڑوں کے لیے ایک دو نہیں، بیسیوں ویڈیو پروگرام فنی مہارت کے ساتھ تیار کیے ہیں۔ ان میں سے بعض کو دیگر زبانوں میں dubb بھی کر دیا گیا ہے۔ شکاگو میں Sound Vision نامی ادارے نے بچوں کے لیے دل چسپ پروگرام اور کارٹون ویڈیو پر بنائے ہیں۔ یہ سب فنی لحاظ سے معیاری ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہیے کہ جدید اور کلاسیکی موسیقی کو نظرانداز کر کے اور نیم عریاں خواتین کو ڈراموں اور نعت جیسے پروگراموں میں لائے بغیر بھی دل چسپ اور فنی لحاظ سے معیاری پروگرام بنائے جا سکتے ہیں۔ اسلام نے جہاں اور جس حد تک تفریح کے ذرائع کو جائز قرار دیا ہے اسے بلاوجہ حرام قرار دیے بغیر ان کا استعمال ہو سکتا ہے، مثلاً دف اور ڈھول کے استعمال کی کوئی ممانعت نہیں۔ چھوٹی بچیوں کے مل کر نغمہ گانے کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ اخوان المسلمون مصر نے امام حسن البنا کی قیادت میں ایک پورا شعبہ اسلامی ڈراموں اور نغموں کا بنایا تھا جو پورے عالم عربی میں مقبول ہوا۔ یاد رہے امام البنا کے والد عبدالرحمٰن البنا ایک مشہور محدث، اور امام البنا خود جامعہ الازہر کے فارغ تھے۔ بلاشبہ اسلام لہوالحدیث کو حرام قرار دیتا ہے، موسیقی کی ممانعت کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ آلات موسیقی کے بغیر حسن صوت کی ہمت افزائی بھی کرتا ہے۔ چنانچہ مؤذن کے تقرر اور قرآن کریم کی تلاوت کے لیے حسن صوت پر زور دیتا ہے۔ حضورؐ، حضرت حسان بن ثابتؓ سے شعر سننا پسند فرماتے تھے۔ اگر توازن اور اعتدال قائم رکھتے ہوئے میڈیا کو اسلامی روایت کے فروغ کے لیے استعمال نہ کیا گیا تو شیطانی ثقافت ہماری نیک خواہشات، اور اس ثقافت کے لیے بددعاؤں کے باوجود ہمارے معاشرے کو تباہ اور ہماری اخلاقی بنیادوں کو متاثر کرتی رہے گی۔

ثقافتی ابلاغ عامہ کی یلغار دور جدید کا ایک حربہ ہے۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس لیے ہمیں قرآن و سنت کی بنیاد پر اس میدان میں چیلنج قبول کرتے ہوئے جامد روایت پرستی سے آزاد ہو کر اسلامی اخلاق، حیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور طہارت کے دائرے میں رہتے ہوئے تجربات کرنے ہوں گے۔ اگر خلوص نیت کے ساتھ ایک دقت اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اجتہاد کیا جائے، اور اس میں بالفرض غلطی بھی ہو جائے تو حدیث نبویؐ کی روشنی میں کسی معصیت کا ارتکاب نہیں ہوگا بلکہ ایک اجر ہی مل جائے گا۔ اور اگر یہ اجتہاد، جس کی پوری امید ہے، درست ہو، تو ان شاء اللہ دہرا اجر ملے گا۔

مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے بعد نہ تو ٹی وی بند ہوگا، نہ ریڈیو بلکہ دونوں مؤثر ذرائع کو اخلاقی، تعمیری اور معلوماتی پروگراموں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ ہمارے علاوہ جن ممالک میں اسلامی نظام لانے کی کوشش کی گئی ہے، مثلاً سوڈان اور ایران، کیا وہاں ٹی وی اور ریڈیو بند کر دیے گئے؟ یہ خیال بھی غلط ہے کہ ٹی وی پر کوئی مرد نظر نہیں آئے گا اور صرف انسانی سائے کام کرتے نظر آیا کریں گے۔ کیا حضور نبی کریمؐ نے سیدہ عائشہؓ کو ایک موقع پر اپنے شانہ مبارک پر سر رکھ کر حبشی کرتب کرنے والوں کے کرتب دیکھنے سے منع فرمایا تھا؟ بلاشبہ اسلام غض بصر کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو دیتا ہے، لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواتین کسی بھی فرد کی طرف بغور نہیں دیکھ سکتیں؟ اگر یہ بات درست ہے تو کوئی خاتون بھی عقلاً کسی مرد کے بارے میں قانونی شہادت کی شرط پوری نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے شہادت کی بنیاد یقینی طور پر مشاہدے پر مبنی ہے۔ اسلام ان انتہاؤں کے درمیان ہے جن میں ہم پھنس کر رہ گئے ہیں۔ کسی مرد کو دیکھنے کے دوران نگاہوں کا اس کے بالوں یا چہرے میں الجھ کر رہ جانا اور اسے اپنا منظور نظر بنا لینا، اس کی تصویر کو اپنے کمرے میں لگانا، اس کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھنا، ان سب خلاف شرع افعال سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہوئے بھی ایک صالح، فطری مگر اخلاقی تصور تفریح میڈیا کے ذریعے سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت نظری گفتگوؤں کی نہیں، عملاً ایسے پروگرام پیش کرنے کی ہے جن کو دیکھنے کے بعد ہمارے انتہائی محتاط فقہا بھی اپنی رائے میں نرمی پیدا کرنے پر آمادہ ہو جائیں (ڈاکٹر انیس احمد)۔

دعوت دین اور رکنیت جماعت

س: میری ایک ملنے والی جماعت اسلامی کی کارکن ہیں۔ انھیں امیدوار رکنیت کا فارم بھی دے دیا گیا ہے اور ان کی ساتھی خواتین بار بار ان سے پوچھتی رہتی ہیں کہ وہ کب امیدوار بنیں گی؟ مگر انھیں فارم پُر کرنے میں کچھ الجھن ہے۔ وہ جماعت کے پروگراموں میں شرکت کرتی ہیں، ماہوار رپورٹ بھی دیتی ہیں۔ اعانتیں جمع کرنا، تنظیمی پروگرام کی ذمہ داری اٹھانا، مہمات میں اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لینا [illegible] حصہ لیتی ہیں۔ ان کے شوہر جماعت کے

© rasailojaraid.com